امتحانی مشق نمبر 1

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیں۔

سوال نمبر1۔ تاریخ نزول قرآن پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر2۔ منتخب سورتوں کے فضائل تحریر کریں۔ (20)

سوال نمبر3۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 103 کی روشنی میں اتحاد امت پر نوٹ لکھیں۔ (20)

سوال نمبر4۔ سورۃ الکافرون کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ (20)

سوال نمبر5۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر2 کی روشنی میں یتیموں کے حقوق اور ان کے اموال کی حفاظت پر نوٹ لکھیں۔ (20)

ANS 01

بعض علما ومفسرین اس بات کے معتقد ہیں کہ قرآن ایک ہی وقت میں پورا کا پورا "لیلۃ القدر" میں نازل ہوا اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں وہ درج ذیل آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہیں:<اِناَّ اَنزَلْنٰہُ فیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ>(قدر /۱) "ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا "۔

<حٰمٓ ٥ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ٥ اِنَّا اَنْزَلْنٰ---ہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْزَرِیْن>(نازیات/۱تا۳)

"حم ،واضح و روشن کتاب (قرآن) کی قسم ہم نے اس کو مبارک رات (شب قدر) میں نال کیا ہے بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے تھے"

<شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآن-...> (بقرہ/۱۸۵) "رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہو ا "

یہ آیت قرآن نی تین مطالب کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

۱)۔ عربی لغت میں لفظ " انزلنا" نزول دفعی کے لئے مستعمل ہے ،یعنی کسی چیز کا دفعۃً نازل ہونا یا ایک بار میں نازل ہونا ۔مذکورہ آیات میں قرآن کے نزول کے لئے "انزلنا " کا لفظ استعمال ہوا ہے اس طرح یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن یکبار گی نازل ہوا ۔

۲)۔یہ آیات قرآن کے ماہ مبارک رمضان میں نزول کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۳)۔یہ آیات اس بات کی طرف صراحتاً اشارہ کرتی ہیں کہ قرآن کریم رمضان المبارک کی ایک رات میں نازل ہوا جو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے۔

دوسری رائے

علمائے اسلام کا ایک گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ قرآن کریم بتدریج نازل ہوا اور ۲۳سال کی مدت میںپایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ اپنے اس نظرئے کے مبنی بر صداقت ہونے پر یہ گروہ درج ذیل آیت قرآن سے استدلال کرتا ہے:

Downloaded From Tajassus.com

<وَقُرْآناً فَ-رَقْ-نٰ-هُ لِتَقْرَاهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلاً>(بنی اسرائیل /۱۰۶)

"اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے موقع موقع پر بتدریج اُتارا ہے"

تیسری رائے

اس رائے کے حامل علماء اسلام نے مذکورہ بالا دونوں نظریات کو یکجا کرنے کی کوشش کی اور ان آیات قرآنی کی جو یہ بتاتی ہیں کہ قرآن کا نزول شب قدر میں ہوا یہ توجیہ کی کہ قرآن کے نزول کی ابتدا شب قدر میں ہوئی اور باقی سارے کا سارا قرآن تدریجاً ۲۳سال کی مدت میں پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل ہوا۔

یہ نظریہ اس لئے قابل قبول نہیں کیوں کہ اکثر علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اسلام ۲۷/رجب المرجب کو مبعوث بہ رسالت ہوئے پہلی وحی ۲۷ / رجب ہی کو سورہ علق کی صورت میں پیغمبر اکرم پر نازل ہوئی ۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کے ماہ رمضان میں نزول پر جو آیت اشارہ کرتی ہے وہ پورے قرآن کے ماہ رمضان میں نزول پر اشارہ کرتی ہے نزول کی صرف ابتدا پر نہیں۔

<شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذَىْ اُنْ-زِلَ فِيْهِ الْقُرْآنِ هُدًى لِلْ-نَّاسِ وَ بَيِّ-نٰ-تٍ مِنَ الْهُدىٰ وَ الْ-فُ-رْقَانِ>
(بقرہ /۱۸۵)

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جوانسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں"

چوتھی رائے

علماء اسلام کے اس گروہ کے مطابق قرآن مجید لیلۃ القدر میں یکبار گی بیت المعمور پر جو کہ آسمان چہارم پر واقع ہے نازل ہوا اور پھر وہاں سے آیات کی صورت میں وقتا فوقتا رسول اکرم پر نازل ہو کر ۲۳سال کی مدت میں تکمیل کو پہنچا ۔

یہ دلیل بھی چند جہات سے قابل قبول نہیں:

۱)-سوائے مذکورہ روایت کے کوئی محکم دلیل اس مدعا کی صداقت پر موجود نہیں۔

۲)-اس طرح بیت المعمور پر قرآن کو نازل کرنے کا کوئی فلسفہ و حکمت نظر نہیں آتی ۔

یہاں اگر بیت المعمور سے مراد قلب مطہر حضرت محمد ﷺ لیا جائے- تو بات درست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ شیخ صدوق اپنی کتاب "اعتقادیہ "میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Downloaded From Tajassus.com

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ماہ رمضان کی شب قدر میں قرآن بیت المعمور میں نازل ہوا پھر بیت المعمور سے بیس سال کی مدت میں نازل ہوا اور خدا وند عالم نے اپنے نبی کو قرآن کا مجمل علم عطا فرمایاتھا پھر خدا نے جناب رسالتمآب سے خطاب کیا (اے ہمارے رسول) تم قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ وحی پوری ہوجائے جلدی نہ کیا کرو"

شیخ صدوق ؒکے اس بیان سے تین نکات سامنے آتے ہیں:

ا)-ایک یہ کہ قرآن بیت المعمور پر ایک دفعہ میں نازل ہوا ۔

ا)-دوسرا یہ کہ بیت المعمور سے ۲۰سال کی مدت میں آہستہ آہستہ نازل ہوا ۔

ا)-تیسرا نکتہ یہ کہ خدا وند عالم نے رسول اکرم کو علم قرآن عطا فرمایا۔

ان نکات کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں بیت المعمور سے مراد قلب رسول اکرم ہے کیوں کہ جیسا کہ شیخ صدوق ؒفرماتے ہیں کہ :

" قرآن بیت المعمور پر نازل ہوا پھر ۲۰سال کی مدت میں آہستہ آہستہ امت کے لئے نازل ہوا"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دوران میں رسول کو علم قرآن کس وقت عطا ہوا جب کہ رسول کے جملہ علم قرآن کو اس سے قبل جاننے پر وہ آیات قرآنی بھی دلالت کرتی ہیں جن میں خدا وند عالم رسول کو قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تاکید فرماتا ہے ۔

۳)-بعض مواقع پر خداوند عالم نے پیغمبر اسلام کو آیات الٰہی کی تلاوت سے وقتی طور پر روکا ہے ۔

"فَتَعٰالَیٰ اللهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ وَلاٰ تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اٴَنْ یُقْضیٰ اِلَیْکَ وَحْیُہُ وَقْل رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً" (سورہ طہ آیت/۱۱۴)

"اور (اے رسول)قرآن (کے پڑھنے)میں اس سے پہلے کہ تم پر اس کی وحی پوری کردی جائے جلدی نہ کرو اور دعا کرو کہ اے میرے پالنے والے میرے علم کو اور زیادہ فرما۔"

اس طرح آیات الٰہی کی تلاوت سے روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر آیات الٰہی سے پہلے سے واقف تھے۔

۴)- خود قرآن کریم کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں خداوند عالم نے قرآن کریم کے دومرتبہ نزول کی طرف اشارہ کیاہے۔

"الر کِتٰابٌ اُحْکِمَتْ آیٰاتُہُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَکیمٍ خَبِیرٍ" (سورہ ہود آیت/۱)

"یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کی آیات ایک واقفکار حکیم کی طرف سے (دلائل سے) خوب مستحکم کردی گئیں پھر تفصیل وار بیان کردی گئی ہیں"

"وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰاہُ عَلیٰ عِلْمٍ ھُدَیً وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ یُوٴْمِنُونَ" (سورہ اعراف آیت/۵۲)

Downloaded From Tajassus.com

”حالانکہ ہم نے ان کے پاس (رسول کی معرف)کتاب بھی بھیج دی جسے ہر طرح سمجھ بوجھ کے تفصیل وار بیان کردیاہے اور (وہ)ایماندار لوگوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے“

ان آیات قرآنی سے واضح ہے کہ قرآن اپنے نزول میں دو مراحل سے گزراہے-ایک مرتبہ خلاصہ اور نچوڑ کی صورت میں صرف قلب پیغمبر پر اس کا نزول ہوا ہے جو عام لوگوں کی عقل وفہم سے بالاتر تھا-اور دوسری مرتبہ قرآن کریم عام لوگوں کی عقل وفہم کے مطابق تفصیل ،توضیح اور تشریح کے ساتھ نازل ہو ہمارے اس موقف کی صداقت پر دلیل وہ آیات قرآنی بھی ہیں جن میں خداوند عالم انسانوں کے لئے قرآن کو عام فہم اور آسان بناکر پیش کرنے پر احسان جتاتے ہوئے ارشاد فرماتاہے :

”انّا اَنْزَلْناہُ قُرْآناً عَرَبِیاً لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُونَ“ (سورہ یوسف آیت/۲)

”ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو“

”قُرْآناً عَرَبِیّاً غَیْرَ ذیعِوَجٍ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُونَ“ (سورہ زمر آیت/۲۸)

”ایسا قرآن جو عربی میں ہے جس کے بیان میں کوئی کجی نہیں“

ان آیات میں ”عربی “ سے مراد عربی زبان نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ احسان صرف عربی بولنے والی اقوام پر ہوتا-بلکہ یہاں عربی سے مراد واضح وروشن کے ہیں-

متعدد ایسی آیات قرآنی بھی ہیں جن میں خداوند عالم لوگوں کو قرآن میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے -ظاہر ہے یہ آیات انسانی فہم وشعور کی سطح سے باہر نہیں اسی لئے قرآن ان میں غور وفکر اور تدبر وتفکر کی دعوت دیتاہے-

اس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے قرآن کریم کو عام لوگوں کی سمجھ بوجھ کے مطابق نازل کیاہے-یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ عالمی صہیونزم نے مسلمانوں کے روپ میں وارد ہوکر مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہاہے کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی سمجھ اور فہم ناممکن ہے -

اپنے اس مذموم پروپیگنڈے سے ایک طرف تو یہ عناصر آیات قرآنی کی تکذیب کرتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو علوم قرآن سے دور رکھتے ہیں-اس موضوع پر مفصل بحث ہم آئندہ صفحات میں ”فہم قرآن“کے عنوان کے تحت کریں گے -

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم کانزل دومرتبہ عمل میں آیا-ایک مرتبہ رمضان المبارک کی شب قدر میں خلاصہ اور نچوڑ کی صورت میں پیغمبر اسلام ﷺ کے قلب مطہر پر-یہاں یہ بات واضح نہیں کہ یہ ماہ رمضان بعثت سے قبل کا ماہ رمضان تھا یابعثت کے بعد کا-بہر حال متعدد آیات قرآنی دالّ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم ایک مرتبہ حضور ﷺ کے قلب مطہر پر خلاصہ اور نچوڑ کی صورت میں نازل ہوا-

Downloaded From Tajassus.com

قرآن کا دوسرا نزول تفصیل وتوضیح کے ساتھ بتدریج ۲۲سال کی مدت میں عمل میں آیا اوربعض مفسرین کی توجیہ جو قرآن کے ایک مرتبہ نزول کے متعلق کرتے ہیں درست نہیں ۔

حکمتِ دو نزولی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا دوسری کتب آسمانی ۱# کے برعکس دو مرتبہ میں نزول کیا حکمت وفلسفہ رکھتاہے۔

ہم یہاں دو نزولی کے فلسفہ وحکمت کی تشریح وتوضیح کے لئے شہید رابع محمد باقر الصدر کے افکار سے مدد لیتے ہیں۔

شہید صدر فرماتے ہیں:"قرآن کریم انسانیت کی تہذیب وتربیت ،غرض خلقت اور ہدف خلقت جو سیر الٰہی ہے کے لئے نازل ہوا۔قرآن بذاتِ خود صامت ہے ناطق نہیں اسی وجہ سے ایک جاہل وگمراہ شخص کے سامنے واضح شکل میں ظاہر نہیں ہوتا ۔لہٰذا اس کی وضاحت کے لئے ایک امام وقائد کی ضرورت ہے جو علم وعصمت سے مسلح ہوکر انسانوں کی سیر الٰہی کی جانب قیادت کرے۔لہٰذا قرآن کریم پیغمبر اکرم سے مخاطب ہوکر فرماتاہے:

"وہی ہے جس نے امتیوں میں سے ایک رسول خود انھیں میں سے اٹھایا جو انھیں اس کی آیات سناتاہے۔ان کی زندگی سنوارتاہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتاہے۔"(سورہ جمعہ)

شہید صدر فرماتے ہیں:"در حقیقت یہ قرآن دوقسم کے انسانوں کی تہذیب وتربیت کے لئے نازل ہواہے،ایک قائد کے لئے اور دوسرے امت کے لئے ۔

قائد جوسالہا سال سے معاشرہ میں موجودبرائیوں،فسق وفجور اور آلودگیوں سے پاک ومنزہ اور قلب پاکیزہ کے ساتھ ہر لحاظ سے آمادگی رکھتاتھا لہٰذا اس میں ایک ہی رات میں کل قرآن کے تحمل کی صلاحیت موجود تھی۔اس کی تربیت اور اس کو مستقبل میں پیش آنے والے حالات و مشکلات سے آگاہی اور ان کے تدارک کے لئے تیار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسے راہ کی مشکلات اور ان کے حل کے سلسلے میں مکمل طور پر آگاہ رکھا جائے نیز امت کی تہذیب و تربیت کے لئے بھی ضروری تھا کہ پیغمبر ﷺاپنے- مقصد رسالت سے- پیشگی عمیق آگاہی رکھتا ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ جب بعثت سے قبل پیغمبر ﷺ علم قرآن اور اس کے مقصد و مفہوم سے مکمل واقفیت اور آگاہی رکھتا ہو ۔ قرآن کے تدریجی نزول کے فلسفہ کی وضاحت ہم ذیل کے نکات کے ذریعہ بھی کریں گے۔

ا)۔طبیعت رسالت قرآن یہ ہے کہ لوگوں پر اپنے افکار و نظریات کو زبر دستی مسلط نہ کیا جائے ۔جیسا کہ قرآن کریم میں مذکورہے (لا اکراہ فی الدین) دین میں جبر نہیں۔

نیز قرآن کریم پیغمبر اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ : " فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ " تم نصیحت کرنے والے ہو تم ان پر مسلط نہیں کئے گئے " (غاشیہ /۲۱)

Downloaded From Tajassus.com

اسی طرح دیگر آیات قرآنی ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام نظریات کو زبردستی ٹھونسنے کا قائل نہیں بلکہ رفتہ رفتہ اپنے پیغام کو لوگوں کی عقل و فہم کو مد نظر رکھ کر بیان کرنے کا قائل ہے نیز یہ نکتہ بھی توجہ طلب ہے کہ جو لوگ غور و فکر اور تدبر اور تفکر کے بعد نظریات قبول کرتے ہیں وہی راسخ العقیدہ اور اپنے نظریات پر ہمیشہ قائم رہنے والے ہوتے ہیں۔

ا)۔فطرت انسانی ہے کہ وہ بیک وقت نہ مزید تکلیف برداشت کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے قدیم رسم و رواج اور عادات و اطوار ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے ، خدا وندعالم نے اسی انسانی فطرت کو مد نظر رکھ کر تدریجا اپنے احکامات کا نفاذ کیا ہے جیسے تحریم ربا (سود) اور تحریم خمر (شراب) کی حرمت کو تین مراحل میں طے کیا ۔

ا)۔اگر قرآن کریم یکبارگی نازل ہوتا تو اس میں موجود بہت سی آیات (نعوذ باللہ) لغو اور حقیقت سے خالی محسوس ہوتیں کیوں کہ قرآن میں مذکورہ متعدد واقعات حضرت محمد (ص)کی بعثت کے بعد وقوع پذیر ہوئے ۔

جو باتیں ابھی خارج میں وقوع پذیر نہ ہوئی ہوں ان کے بارے میں آیات قرآنی کا نزول خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے مثلاً:

< وَاِذْ تَقُولُ لِلَّذی اَنْعَمَ اللهُ عَلَیْهِ ..... اَمْرُاللهِ مَفْعُولاً> (احزاب /۳۷)

”اے نبی یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو اور اللہ سے ڈر ، اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا ،تم لوگوں سے ڈررہے تھے ،حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو ۔پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون)کا تم نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوتی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں “

اگر قرآن یکبار گی نازل ہوتا تو کیا اس جیسی آیات قرآنی حقیقت سے خالی نظر نہ آئیں؟

ا)۔قرآن کا مخاطب تمام عالم انسانیت ہے اور ان انسانوں میں مومن اور کافر سبھی شامل ہیں ۔

قرآنی احکامات پر عمل اور ان کی تبلیغ میں مومنین ہزار ہا مصائب ومشکلات کا شکار ہوتے تھے ایسے موقع پر ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ضروری تھا کہ ان پر بار بار تائید ربانی کا اظہار ہو اور انھیں بار بار یہ باور کرایا جائے کہ ایک لازوال قوت تمھاری پشت پناہ ہے قرآن کا بتدریج اور آہستہ آہستہ نزول مومنین کی قوت عمل میں اضافہ کا باعث تھا ۔اس طرح مونین اپنے آپ کو ایک لازوال قوت سے مربوط سمجھتے تھے اس کے مقابلہ میں مومنین کے لئے

Downloaded From Tajassus.com

تائید ربانی کا یہ بار بار مظاہرہ کفار پر نہایت گراں گزر تا تھا -نیز منافقین بھی ہر لحظہ خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں خدا وند عالم ان کے کرتوتوں کی بردہ کشائی نہ کر دے -

۱)- خداوند عالم نے صحف حضرت ابراہیم ؑ کو رمضان المبارک کے مہینے میں یکبارگی نازل کیا-تورات کو ششم رمضان ،انجیل کو رمضان کی تیرہویں شب میں اور زبور کو اٹھارہ رمضان المبارک کو یکبارگی نازل کیا-

ANS 02

قرآنِ مجید ، فُرقانِ حمید اللہ ربُّ الْانام کامبارَک کلام ہے، اِس کا پڑھنا، پڑھانا اورسننا سنانا سب ثواب کا کام ہے- قرآنِ پاک کا ایک حَرف پڑھنے پر 10نیکیوں کا ثواب ملتا ہے ، چُنانچِہ اللہ پاک کے آخری نبی ، مکی مَدَنی ، محمدِعربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو شخص کتابُ اللہ کا ایک حَرف پڑھے گا، اُس کو ایک نیکی ملے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی- میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حَرف ہے ، بلکہ اَلِف ایک حَرف، لام ایک حَرف اور میم ایک حَرف ہے-

سورۃُ الْحَشْر کی آخری آیات پڑھنے کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت تین بار **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم** کہے اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تواللہ پاک اس کے لئے ستربزار فرشتے مقررکردیتاہے جوشام تک اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اوراگر اس دن مرے تو شہید ہوگااورشام کو پڑھے تو صبح تک یہی فضیلت ہے-

قرآنی سورتوں کے فضائل

سورۃُ الحشرکی آخری تین آیات

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ ۚ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ(۲۲) ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ(۲۳) ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ(۲۴)

کَرَم ‘‘ کے تین حُرُوف کی نسبت سے سورۃُ البَقَرۃ کی آخری آیات پڑھنے کے 3 فضائل

حضرتِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے دوہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی پھر اس میں سے سورۂ بَقَرہ کی آخر ی دوآیتیں نازل فرمائیں- جس گھر میں تین راتیں ان دو آیتوں کو پڑھا جائے گا شیطان اس گھر کے قریب نہ آئے گا-

Downloaded From Tajassus.com

حضرتِ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ پاک نے مجھے اپنے عرش کے نیچے کے خزانے میں سے ایسی دو آیتیں عطا فرمائیں جن کے ذریعے سورۂ بقرہ کا اختتام فرمایا، انہیں سیکھواور اپنی عورتوں اور بچوں کوسکھاؤ بیشک یہ نماز اور قرآن اور دعا ہیں۔

حضرتِ ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھے گا وہ اسے کفایت کریں گی۔

کَرَم '' کے تین حُرُوف کی نسبت سے سورۃُ البَقَرۃ کی آخری آیات پڑھنے کے 3 فضائل

سورۂ بقرہ کی دوآیتیں کفایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ یہ دو آیتیں اس کے اس رات کے قیام (رات کی عبادت)کے قائم مقام ہوجائیں گی یا اس رات اسے شیطان سے محفوظ رکھیں گی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس رات میں نازل ہونے والی آفات سے بچائیں گی۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ-كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖۗ-لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖۗ-وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ-غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ(۲۸۵) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ-لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ-رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ-وَ اعْفُ عَنَّاۗ-وَ اغْفِرْ لَنَاۗ-وَ ارْحَمْنَاۗ-اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

ترجَمۂ کنز الایمان

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اُترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نےسنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے

جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سَہار(طاقت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مِہر(رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

Downloaded From Tajassus.com

قرآنی سورتوں کے فضائل

’’رَحمت ‘‘ کے چار حُروف کی نسبت سے سو رۂ فاتحہ کے 4فضائل

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے اس سورت کا ایک نام ’’شَافِیَہ‘‘ اور ایک نام ’’ سورۃُ الشِّفاء‘‘ ہے اس لئے کہ یہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔

100 مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر جو دعا مانگی جائے اس کو اللہ پاک قبول فرماتا ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان میں 41 بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دَم کرنے سے آرام ہو جاتا ہے اور آنکھ کا درد بہت جلد اچھا ہو جاتا ہے اور اگر اتنا پڑھ کر اپنا تھوک آنکھوں میں لگا دیا جائے تو بہت مفید ہے۔

سات دنوں تک روزانہ گیارہ ہزار مرتبہ صرف اتنا پڑھئے) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ(۴) (اول آخر تین تین بار درود شریف بھی پڑھئے بیماریوں اور بلاؤں کو دور کرنے کے لئے بہت ہی مُجَرَّب عمل ہے۔

رَحمت‘‘ کے چار حُرُوف کی نسبت سے سورۂ کَہف کے 4فضائل

حضرتِ بَرَاء بن عازِب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف کی تلاوت کررہا تھا، ان کے گھر میں ایک جانور بندھا ہوا تھااچانک وہ جانور بِدَکنے لگا۔ اس شخص نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کوڈھانپا ہوا ہے اس شخص نے حضورِ اَکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا ، تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے فلاں! تلاوت کیا کرو، کہ یہ سکینہ ہے جو تلاوتِ قرآن کرتے وقت نازل ہوتا ہے۔

حضرتِ معا ذ بن اَنس جُہَنِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سورۂ کہف کی اوّل اور آخر سے تلاوت کرے گا اس کے سر تا پا نور ہی نور ہوگا، اور جو اس کی مکمل تلاوت کرے گا، اس کے لیے آسمان اور زمین کے درمیان نُور ہوگا۔

ANS 03

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[103]

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جائو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے

Downloaded From Tajassus.com

تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ **[103]**

پھر فرمایا باہم اتفاق رکھو اختلاف سے بچو۔ «حَبْلِ اللَّهِ» سے مراد عہد الہ ہے، جیسے «إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ» [3-آل عمران:112] ، میں «حَبْل» سے مراد قرآن ہے، ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن اللہ کریم کی مضبوطی رسی ہے اور اس کی سیدھی راہ ہے، [سنن ترمذي:2906،قال الشيخ الألباني:ضعيف]

اور روایت میں ہے کہ کتاب اللہ اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی ہوئی رسی ہے، [تفسير ابن جرير الطبري:7570:ضعيف]

اور حدیث میں ہے کہ یہ قرآن اللہ سبحانہ کی مضبوط رسی ہے یہ ظاہر نور ہے، یہ سراسر شفاء دینے والا اور نفع بخش ہے اس پر عمل کرنے والے کے لیے یہ بچاؤ ہے اس کی تابعداری کرنے والے کے لیے یہ نجات ہے [مستدرک حاکم:3197:ضعیف] ۔

سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں ان راستوں میں تو شیاطین چل پھر رہے ہیں تم اللہ کے راستے پر آ جاؤ تم اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو وہ رسی قرآن کریم ہے۔ اختلاف نہ کرو پھوٹ نہ ڈالو جدائی نہ کرو، علیحدگی سے بچو،

صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین باتوں سے اللہ رحیم خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اسی کے عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو دوسرے اللہ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو، تفرقہ نہ ڈالو، تیسرے مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو، فضول بکواس، زیادتی سوال اور بربادی مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضگی کا سبب ہیں، [صحيح مسلم:1715]

بہت سی روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں سے کہ اتفاق کے وقت وہ خطا سے بچ جائیں گے اور بہت سی احادیث میں نااتفاقی سے ڈرایا بھی ہے، ان ہدایات کے باوجود امت میں اختلافات ہوئے اور تہتر فرقے ہو گئے جن میں سے ایک نجات پا کر جنتی ہو گا اور جہنم کے عذابوں سے بچ رہے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس پر قائم ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تھے۔

Downloaded From Tajassus.com

پھر اپنی نعمت یاد دلائی، جاہلیت کے زمانے میں اوس و خزرج کے درمیان بڑی لڑائیاں اور سخت عداوت تھی آپس میں برابر جنگ جاری رہتی تھی جب دونوں قبیلے اسلام لائے تو اللہ کریم کے فضل سے بالکل ایک ہو گئے سب حسد بغض جاتا رہا اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہو گئے، جیسے اور جگہ ہے «هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ اللَّـهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ» [8-الأنفال:63-62] ، وہ اللہ جس نے تیری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔

اپنا دوسرا احسان ذکر کرتا ہے کہ تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے اور تمہارا کفر تمہیں اس میں دھکیل دیتا لیکن ہم نے تمہیں اسلام کی توفیق عطا فرما کر اس سے بھی الگ کر لیا۔
حنین کی فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے مصلحت دینی کے مطابق حضور علیہ السلام نے بعض لوگوں کو زیادہ مال دیا تو کسی شخص نے کچھ ایسے ہی نامناسب الفاظ زبان سے نکال دئیے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت انصار کو جمع کر کے ایک خطبہ پڑھا اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے جماعت انصار کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی؟ کیا تم متفرق نہ تھے پھر رب دو عالم نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی کیا تم فقیر نہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی کر دیا؟ ہر ہر سوال کے جواب میں یہ پاکباز، جماعت یہ اللہ والا گروہ کہتا جاتا تھا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان اور بھی بہت سے ہیں اور بہت بڑے بڑے ہیں۔ [صحیح بخاری:4330]
سیدنا محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اوس و خزرج جیسے صدیوں کے آپس کے دشنوں کو یوں بھائی بھائی بنا ہوا دیکھا تو یہودیوں کی آنکھوں میں کانٹا کھٹکنے لگا انہوں نے آدمی مقرر کئے کہ وہ ان کی محفلوں اور مجلس میں جایا کریں اور اگلی لڑائیاں اور پرانی عداوتیں انہیں یاد دلائیں ان کے مقتولوں کی یاد تازہ کرائیں اور اس طرح انہیں بھڑکائیں۔

چنانچہ ان کا یہ داؤ ایک مرتبہ چل بھی گیا اور دونوں قبیلوں میں پرانی آگ بھڑک اٹھی یہاں تک کہ تلواریں کھچ گئیں ٹھیک دو جماعتیں ہو گئیں اور وہی جاہلیت کے نعرے لگنے لگے ہتھیار سجنے لگے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے اور یہ ٹھہر گیا کہ حرہ کے میدان میں جا کر ان سے دل کھول کر لڑیں اور مردانگی کے جوہر دکھائیں پیاسی زمین کو اپنے خون سے

Downloaded From Tajassus.com

سیراب کریں لیکن حضور علیہ السلام کو پتہ چل گیا آپ فوراً موقع پر تشریف لائے اور دونوں گروہ کو ٹھنڈا کیا اور فرمانے لگے پھر جاہلیت کے نعرے تم لگانے لگے میری موجودگی میں ہی تم نے پھر جنگ وجدال شروع کر دیا؟

پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی سب نادم ہوئے اور اپنی دو گھڑی پہلے کی حرکت پر افسوس کرنے لگے اور آپس میں نئے سرے سے معانقہ مصافحہ کیا اور پھر بھائیوں کی طرح گلے مل گئے ہتھیار ڈال دئیے اور صلح صفائی ہو گئی،سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی تھی اور آپ کی برات نازل ہوئی تھی تب ایک دوسرے کے مقابلہ میں تن گئے تھے

ANS 04

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ[1] لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ[2] وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ[3] وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ[4] وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ[5] لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[6]

کہہ دے اے کافرو! **[1]** میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو - **[2]** اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں - **[3]** اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی- **[4]** اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں - **[5]** تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے - **[6]**

اس سورۃ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور اللہ کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے گو یہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں اس کی شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی اللہ کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم اللہ کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا گو تم بھی میرے معبود برحق اللہ «وحدہ لا شریک لہ» کو نہ پوجو۔

پس «مَا» یہاں پر معنی میں «من» کے ہے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس طریقے پر جو اسے پسند ہو اور جیسے وہ چاہے اسی لیے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی

Downloaded From Tajassus.com

عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجا لاؤ گے بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لیے ہیں۔

جیسے اور جگہ ہے «إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ» [53-النجم:23] الخ یعنی "یہ لوگ صرف وہم و گمان اور خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے"۔

پس نبی اللہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی اور ناپسندیدگی کا اعلان فرما دیا ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہو گا اور طریقہ عبادت ہو گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقہ عبادت ان کا وہ ہے جو سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔
اسی لیے کلمہ اخلاص «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ» ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کے پیغمبر ہیں اور مشرکین کے معبود بھی اللہ کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی اللہ کا بتلایا ہوا نہیں اسی لیے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لیے، میرا میرے لیے۔

جیسے اور جگہ ہے «وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ» [10-یونس:41] یعنی "اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں"۔

اور جگہ فرمایا: «لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ» [28-القصص:55] الخ یعنی "ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے تمہارے ساتھ"۔

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے تمہارے لیے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لیے میرا دین ہے یعنی اسلام یہ لفظ اصل میں «دِينِي» تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف «نون» پر ہے اس لیے اس میں بھی «يَاءُ» کو حذف کر دیا جیسے «فَهُوَ يَهْدِينِ» [26-الشعراء:78] میں اور «يَشْفِينِ» [26-الشعراء:80] میں بعض مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ

Downloaded From Tajassus.com

ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لیے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا اسی طرح نہ تم اب میرے اللہ کو پوجتے ہو نہ آئندہ اس کی عبادت کرو گے اس سے مراد وہ کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا اللہ کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے «وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا» [5-المائدة:64] الخ یعنی ”تیری طرف جو اترتا ہے اس سے ان میں سے اکثر تو سرکشی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں“۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملے کا لانا صرف تاکید کے لیے ہے جیسے «فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» * «إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» [94-الشرح:5-6] میں اور جیسے «لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ» * «ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ» [102-التکاثر:6-7] پس ان دونوں جملوں کو دو مرتبہ لانے کی حکمت میں یہ تین قول ہوئے ایک تو یہ کہ پہلے جملے سے مراد معبود دوسرے سے مراد طریق عبادت دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ تیسرے یہ کہ پہلے جملے کی تاکید دوسرے جملے سے ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی توجیہ بھی ہے جسے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے اور دوبارہ جملہ اسمیہ ہے تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے یہ قول بھی بہت اچھا ہے۔ «وَاللهُ اَعْلَمُ»

ANS 05

وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا**[2]**

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقینا یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔ **[2]**

اللہ تعالیٰ یتیموں کے والیوں کو حکم دیتا ہے کہ جب یتیم بلوغت اور سمجھداری کو پہنچ جائیں تو ان کے جو مال تمہارے پاس ہوں انہیں سونپ دو، پورے پورے بغیر کمی اور خیانت کے ان کے حوالے کرو، اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر گڈمڈ کر کے کھا جانے کی نیت نہ رکھو، حلال رزق جب اللہ رحیم تمہیں دے رہا ہے پھر حرام کی طرف کیوں منہ اٹھاؤ؟

Downloaded From Tajassus.com

تقدیر کی روزی مل کر ہی رہے گی اپنے حلال مال چھوڑ کر لوگوں کے مالوں کو جو تم پر حرام ہیں نہ لو، دبلا پتلا جانور دے کر موٹا تازہ نہ لو، بوٹی دے کر بکرے کی فکر نہ کرو، ردی دے کر اچھے کی اور کھوٹا دے کر کھرے کی نیت نہ رکھو، پہلے لوگ ایسا کر لیا کرتے تھے کہ یتیموں کی بکریوں کے ریوڑ میں سے عمدہ بکری لے لی اور اپنی دبلی پتلی بکری دے کر گنتی پوری کر دی، کھوٹا درہم اس کے مال میں ڈال کر کھرا نکال لیا اور پھر سمجھ لیا کہ ہم نے تو بکری کے بدلے بکری اور درہم کے بدلے درہم لیا ہے۔ ان کے مالوں میں اپنا مال خلط ملط کر کے پھر یہ حیلہ کر کے اب امتیاز کیا ہے؟ ان کے مال تلف نہ کرو، یہ بڑا گناہ ہے، ایک ضعیف حدیث میں بھی یہی معنی آخری جملے کے مروی ہیں [تفسیر ابن جریر الطبری: 525/7:ضعیف]

ابوداؤد کی حدیث میں ایک دعا میں بھی «حوب» کا لفظ گناہ کے معنی میں آیا ہے [سنن ابوداود:3892،قال الشیخ الألباني:ضعیف]

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیوی صاحبہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا کہ اس طلاق میں گناہ ہے، [طبرانی کبیر: 136/25:ضعیف] چنانچہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے، ایک روایت میں یہ واقعہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مروی ہے۔ [مستدرک حاکم:302/2:ضعیف]
پھر فرماتا ہے کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لیے تم تو ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر ڈال لو اس سے باز رہو اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کر لو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی جس کی پرورش میں وہ تھی اس نے صرف اس مال کے لالچ میں بغیر اس کا پورا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا جس پر یہ آیت اتری میرا خیال ہے کہ اس باغ اور مال میں یہ لڑکی حصہ دار تھی [صحیح بخاری:4573]

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا: بھانجے، یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال و جمال اچھا لگتا ہے

Downloaded From Tajassus.com

چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے لیکن جو مہر وغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے اتنا یہ نہیں دیتا تو اسے منع کیا جا رہا ہے کہ وہ اس اپنی نیت کو چھوڑ دے اور کسی دوسری عورت سے جس سے چاہے اپنا نکاح کر لے، پھر اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی بابت دریافت کیا اور آیت «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّـهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ» [4-النساء: 127] نازل ہوئی وہاں فرمایا گیا ہے کہ جب یتیم لڑکی کم مال والی اور کم جمال والی ہوتی ہے اس وقت تو اس کے والی اس سے بیرغبتی کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ مال و جمال پر مائل ہو کر اس کے پورے حقوق ادا نہ کر کے اس سے اپنا نکاح کر لیں۔ [صحیح بخاری:4574] ہاں عدل و انصاف سے پورا مہر وغیرہ مقرر کریں تو کوئی حرج نہیں، ورنہ پھر عورتوں کی کمی نہیں اور کسی سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں اگر چاہیں دو دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں اگر چاہیں تین تین رکھیں اگر چاہیں چار چار، جیسے اور جگہ یہ الفاظ ان ہی معنوں میں ہیں، فرماتا ہے: «الْحَمْدُ لِلَّـهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ» [35- فاطر:1] الخ یعنی " جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے ان میں سے بعض دو دو پروں والے ہیں بعض تین تین پروں والے بعض چار پروں والے فرشتوں میں اس سے زیادہ پر والے فرشتے بھی ہیں" کیونکہ دلیل سے یہ ثابت شدہ ہے۔

لیکن مرد کو ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں کا جمع کرنا منع ہے جیسے کہ اس آیت میں موجود ہے اور جیسے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا قول ہے، یہاں اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور انعام بیان فرما رہا ہے پس اگر چار سے زیادہ کی اجازت دینی منظور ہوتی تو ضرور فرما دیا جاتا، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث جو قرآن کی وضاحت کرنے والی ہے اس نے بتلا دیا ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کا بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں اسی پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

البتہ بعض شیعہ کا قول ہے کہ نو تک جمع کرنی جائز ہیں، بلکہ بعض شیعہ نے تو کہا ہے کہ نو سے بھی زیادہ جمع کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں کوئی تعداد مقرر ہے ہی نہیں، ان کا استدلال ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں [صحیح بخاری:5067] اور بخاری شریف کی معلق حدیث کے بعض راویوں نے گیارہ کہا ہے۔ [صحیح بخاری:267]
ہمارے علماء کرام رحمہ اللہ علیہم اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی امتی کو ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں پاس رکھنے کی اجازت نہیں، جیسے کہ یہ حدیثیں

Downloaded From Tajassus.com

اس امر پر دلالت کرتی ہیں، سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوتے ہیں تو ان کے پاس ان کی دس بیویاں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان میں سے جنہیں چاہو چار رکھ لو باقی کو چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر سیدنا رضی اللہ عنہ عمر کی خلافت کے زمانے میں اپنی ان بیویوں کو بھی طلاق دے دی اور اپنے لڑکوں کو اپنا مال بانٹ دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا شاید تیرے شیطان نے بات اچک لی اور تیرے دل میں خیال جما دیا ہے کہ تو عنقریب مرنے والا ہے اس لیے اپنی بیویوں کو تو نے بھی الگ کر دیا کہ وہ تیرا مال نہ پائیں اور اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی بیویوں سے رجوع کر لے اور اپنی اولاد سے مال واپس لے لے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے بعد تیری ان مطلقہ بیویوں کو بھی تیرا وارث بناؤں گا کیونکہ تو نے انہیں اسی ڈر سے طلاق دی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تیری زندگی بھی اب ختم ہونے والی ہے اور اگر تو نے میری بات نہ مانی تو یاد رکھ میں حکم دوں گا کہ لوگ تیری قبر پر پتھر پھینکیں جیسے کہ ابو رغال کی قبر پر پتھر پھینکے جاتے ہیں [سنن ترمذي:1128،قال الشيخ الألباني:صحيح] (مسند احمد شافعی ترمذی ابن ماجہ دارقطنی بیہقی وغیرہ)

Downloaded From Tajassus.com